THE METHODOLOGY OF PREACHING THE RELIGION IN MODERN AGE AND ITS EFFECTIVE STRATEGY (SCIENTIFIC AND RESEARCH ANALYSIS)

دعوتِ دین کے اسالیب و مناہج اور عصر حاضر میں اس کی مؤثر حکمتِ عملی (علمی و تحقیقی جائزہ)

Almas Muhammad Yaseen, Research Scholar, Dept. of Islamic Learning, FUUAST, Karachi.
almasshakir.as@gmail.com , https://orcid/0000-0002-2873-6015
Hafiz Muhammad Sani, In Charge, Dept. of Quran o Sunnah, FUUAST, Karachi.
m.sani@fuuast.edu.pk
Bakht Shaid, Research Scholar, Dept. of Islamic Learning, FUUAST, Karachi.
bakhtshaid@gmail.com

ABSTRACT

Allah has only chosen the Muslim Ummah for eternally life among the world's nations and alone has chosen them to lead and guide the humanity. The preachers of the religion fulfill all time necessities and provides a perfect solution to the issues and challenges of every time. It is a fundamental responsibility of each believer to convey the preaching of religion to every class of humanity and to every individual of the world, with all the wisdom. In modern times, in order to convey the universal message of Islam, there are many challenges and problems before Islam and Ummah. To overcome these, it is very important to understand the prophetic methodology of preaching, its strategy and principles. The main topic of our research work is "the methodology of preaching the religion and its principles - scientific and research analysis". This research work completed with the help of ancient and modern resources, wherein it has clarified that it is mandatory to keep on observing the methodology how to preach the religion. In this regard, it is basic characteristic to know the Quranic and Prophetic teachings, and to know the basic principles how to preach the religion. In this regard, the Holy Quran has explained the prophetic methodology of preaching; particularly the blessed methodology of the Holy Prophet described in detail. The wisdom, good counsel, humbleness, gentle attitude, ikhlas, steadfastness, softness, good character, justification of environment etc are the main and basic points of preaching, neglecting which leads to deprival of perfect result. Embedded in this research work are explained the principles and curriculum of Dawah (preach) following all the scientific and research method.

KEYWORDS: *Dawah, strategy, Quran, Seerah, Ummah, mathology*

دعوتِ دین امتِ مسلمہ کے عظیم فرائض اور ذمہ داریوں میں سے ہے، جس سے امت کا بکھرا ہوا شیرازہ یکجا ہو سکتا ہے، اور راہِ راست سے بھٹکے ہوئے لوگ راہِ حق کی طرف راغب ہو سکتے ہیں، اس لئے قرآن و سنت نے بڑے واضح اور صاف الفاظ میں اس کی تاکید فرمائی ہے۔ امام الانبیاء، سیّد المرسلین، خاتم النبیین، حضرت محمد ﷺ کی نبوّت و رسالت کی آفاقیت اور عالمگیریت کے حوالے سے قرآن حکیم میں ارشادِ ربّانی ہے: ("قُلْ يَاأَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا")[1] "کہہ دیجئے، اے لوگو! میں تم سب لوگوں کی طرف اللہ کا پیغام دے کر بھیجا گیا ہوں۔" پوری کائنات اور عالمِ انسانیت کو آپ ﷺ کے ابدی

اور مثالی پیغام کا مخاطب اور آپ ﷺ کی دعوت و تبلیغ کے زیرِ اثر بھیجے جانے کے حوالے سے ارشاد ہوا: ("تَبَارَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعَالَمِيْنَ نَذِيْرًا")[2] "برکت والا ہے وہ خدا، جس نے حق و باطل میں امتیاز کرنے والی کتاب اپنے بندے (محمد ﷺ) پر نازل کی تاکہ وہ دنیا جہاں کے لیے ہوشیار و آگاہ کرنے والا ہو۔ "پیغمبر آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پوری انسانیت کے ہادی بناکر مبعوث فرمائے گئے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بہت سی احادیث میں اس ابدی حقیقت کو بیان کیا گیا ہے۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے: "بعثتُ الیٰ الأحمر والأ سود"[3] "میں کالے اور گورے (مشرق و مغرب) تمام لوگوں کی طرف مبعوث کیا گیا ہوں۔" ایک موقع پر آپ ﷺ نے اپنی پیغمبرانہ خصوصیت کے حوالے سے ارشاد فرمایا: "امّا أنا فارسلتُ إلیٰ النّاس کلھم خاصّة و کان من قبلي إنّما یُرسل إلیٰ قومه."[4] "میں (عمومیت کے ساتھ) تمام انسانوں کی طرف بھیجا گیا ہوں، حالانکہ مجھ سے پہلے جو نبی بھی مبعوث ہوئے، وہ خاص اپنی قوم کی طرف بھیجے جاتے تھے۔" رسول اللہ ﷺ کا ارشادِ گرامی حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے: "کان النّبی یُبعثُ الیٰ قومه خاصّةً وبُعثتُ إلیٰ النّاسِ عامّةً-"[5] پہلے ہر نبی خاص اپنی قوم کی طرف مبعوث کیے جاتے تھے اور میں تمام انسانوں کے لیے مبعوث ہوا ہوں۔ قرآن و سنت کے یہ نصوص اس امر کا واضح بیان ہیں کہ اب رسالت و نبوت کا باب ہمیشہ کے لیے بند ہو گیا، دینِ مبین کی تکمیل کر دی گئی، البتہ اس دین کی تبلیغ و اشاعت اب امت کا دینی اور اجتماعی فریضہ ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے خطبۂ حجۃ الوداع کے تاریخ ساز موقع پر اس امر کی نشاندہی فرمادی تھی کہ اب دین کی تبلیغ امت کی ذمے داری اور ان کا دینی فریضہ ہے۔ رحمتِ عالم، محسنِ انسانیت، خاتم الانبیاء، حضرت محمد مصطفی ﷺ نے اپنے آخری حج (حجۃ الوداع) کے موقع پر، میدان عرفات میں ایک لاکھ تیس ہزار جاں نثاروں اور اپنے سچے جانشینوں (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کے سامنے جو خطبہ ارشاد فرمایا، وہ خطبہ حجۃ الوداع کے نام سے موسوم ہے، جسے اس کی اہمیت اور اہتمامِ شان کے باعث حجۃ الاسلام، حجۃ البلاغ، حجۃ التّمام اور حجۃ الکمال کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔[6] اس خطبۂ عظیم کو مقاصدِ اسلام و شریعت اور آپ ﷺ کی تعلیم و تبلیغ کے سلسلے میں نہایت ممتاز مقام حاصل ہے، جو اُمتِ مسلمہ اور عالم انسانیت کے لیے ابد تک ایک مینارۂ نور، امن و سلامتی اور عدل و مساوات کے ابدی اصولوں پر مبنی ایک عظیم دستور حیات ہے۔ اس تاریخ ساز خطبے میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "ألا ھل بلّغتُ؟" کیا میں نے پیغام الٰہی پہنچا دیا؟ اے اللہ تو گواہ رہ، حاضرین نے جواب دیا! ہاں۔ "بعد ازاں رسولِ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "فَلْيُبَلّغِ الشَّاهدِ الْغَائِب"[7] "جو حاضر ہیں، وہ میرا پیغام اُن لوگوں تک پہنچا دیں، جو غائب (یہاں موجود نہیں) ہیں۔" رسولِ

اکرم ﷺ کے اس ارشادِ گرامی کے حوالے سے حضرت عبد اللہ بن عباس نے فرمایا: "فَوَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَده اِنّها لَوَصِيَّته اِلىٰ أُمَّته: فَلْيُبَلِّغِ الشَّاهدُ الْغَائِبَ"[8] "اُس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! یقینا آپ ﷺ کی امت کو یہی وصیت ہے کہ موجود لوگ غیر حاضر لوگوں تک (آپ کی بات) پہنچادیں۔ "آپ ﷺ کا یہ پیغام ابدی اور آفاقی ہے۔ اس لحاظ سے دعوت دین، اسلام کی ترویج و اشاعت، دین کی سربلندی اور اسلام کا پیغام عالمِ انسانیت تک پہنچانے کے لیے جدوجہد کرنا اور دین کی دعوت دینا اُمت کا دینی اور اجتماعی فریضہ ہے۔ جس کی فرضیت و اہمیت کسی دور میں کم نہیں ہوگی۔ یہ دین کا وہ پیغام ہے جسے عام کرنا، انسانیت تک اسے پہنچانا، ہر انسانی ذہن کو مخاطب بنانا اور ہر دل پر دستک دینا، دعوت و تبلیغ کی ذمےّ داری کو حکمت و بصیرت سے انجام دینا ایک اجتماعی فریضہ ہے۔

دعوتِ دین... لغوی اور اصطلاحی مفہوم" : دعوت "کا لفظی معنیٰ اور مفہوم دین کی طرف بلانا اور دین کا پیغام لوگوں تک پہنچانا ہے۔[9] اصطلاحاً اس کے معنیٰ یہ ہیں کہ کسی اچھائی اور خوبی اور بالخصوص دینی امور کو دوسرے افراد و اقوام تک پہنچایا جائے اور انہیں قبول کرنے کی دعوت دی جائے۔ قرآن پاک میں عموماً اس کے لیے "تبلیغ" اور "دعوت" دونوں استعمال ہوئے ہیں، ان کے ہم معنیٰ کچھ اور الفاظ بھی استعمال ہوئے ہیں، جیسے "اِنذار"[10] جس کے معنیٰ ڈرانا یا خبر دار کرنا ہے۔ "دعوت"[11] جس کے معنیٰ بلانے اور پکارنے کے ہیں۔[12] اور "تذکیر" جس کے معنیٰ یاد دلانے اور نصیحت کرنے کے ہیں۔ دعوتِ دین اور اسلام کی تبلیغ ایک ایسا عمل ہے، جس میں دینی نصب العین کی طرف اخلاص سے بلایا جاتا ہے، اس نصب العین سے اختلاف و انحراف کے نقصانات و خطرات سے ڈرایا جاتا ہے اور غفلت و نسیان کے پردوں کو چاک کرکے اصل نصب العین کو یاد دلانے کے لیے نصیحت کی جاتی ہے۔[13]

دعوتِ دین کی ضرورت و اہمیت اور وسعت و عالم گیریت قرآن و سنت نے دعوتِ دین کو بڑی اہمیت دی ہے، اور اس فریضے کی ادائیگی کی طرف امت کو متوجہ کیا ہے، اس فریضے کی ادائیگی میں کی جانے والی کوتاہیوں پر سخت تنبیہات آئی ہیں۔ قرآن کریم میں مختلف اسالیب کے ساتھ دعوت کی اہمیت واضح کی گئی ہے۔ "سورۃ الصف" میں ارشادِ ربّانی ہے: (هوَ الَّذِيْ اَرْسَلَ رَسُوْله بِالهدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِره عَلَى الدِّيْنِ كُلِه)[14] "وہی ہے (ذاتِ باری تعالیٰ) جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ بھیجا، تاکہ اسے تمام نظام ہائے زندگی پر غالب کردے۔ یہ ہے انبیاء کرام کا مشن اور یہی وجہ ہے کہ نبی کی جو حیثیت اس کی تمام حیثیتوں سے نمایاں و ممتاز ہے، وہ داعی الی الحق کی حیثیت ہے۔ اسلام ایک دعوت ہے، جو انسانوں کو اللہ کے دین کی طرف

بلاتی اور ان کی زندگیوں کو نورِ الٰہی سے منور کرتی ہے، اسلام ایک مکمل دین، ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے، جو زندگی کے تمام پہلوؤں پر حاوی ہے اور اس کی تمام وسعتوں پر حاکمیتِ الٰہی قائم کرنے کا دعوے دار ہے، انبیاء کرام وہ برگزیدہ ہستیاں ہیں، جو اس دعوت کے داعی اور اس تحریک کے قائد ہیں اور جن کی رہنمائی میں یہ اصلاحی جدوجہد برپا ہوئی اور جس سلسلۃ الذہب کی آخری کڑی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ تھے۔ آنحضرت ﷺ کو خطاب ہوا: (وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا)[15] "اور ہم نے تمہیں انسانوں کے لیے خوش خبری سنانے والا اور ہوشیار کرنے والا بنا کر بھیجا۔ "آپ ﷺ کو حکم ہوا کہ تمام انسانوں کو خطاب کر کے یہ اعلان فرمادیں:(قُلْ يَاأَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا)[16]"اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا پیغام دے کر بھیجا گیا ہوں۔" اس سے زیادہ یہ ہے کہ تمام کائنات آپ ﷺ کی دعوت و تبلیغ کے دائرے میں داخل ہے۔ اس سے بھی زیادہ اہم بات یہ ہے کہ اس تبلیغ و دعوت کی وسعت اور اس میں کامیابی کی خوش خبری عین اسی وقت دے دی گئی تھی، جب مسلمانوں کے دلوں میں ایک قسم کی مایوسی چھائی ہوئی تھی، چنانچہ آیت ذیل نازل ہوئی: {إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِلْعَالَمِينَ وَلَتَعْلَمُنَّ نَبَأَهُ بَعْدَ حِينٍ} [17]"یہ قرآن تو دنیا کے لیے نصیحت ہے اور تم ایک زمانے کے بعد اس کی خبر جانو گے۔" قرآن پاک آپ ﷺ کی بعثت کا مقصد اس امر کو قرار دیتا ہے: {هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ} [18] "وہی تو ہے، جس نے ان پڑھوں میں انہی میں سے (یعنی حضرت محمد ﷺ کو) پیغمبر بنا کر بھیجا، جو ان کے سامنے اس کی آیتیں پڑھتے، ان کا تزکیہ کرتے اور اللہ کی کتاب اور دانائی سکھاتے ہیں اور اس سے پہلے تو یہ صریح گمراہی میں تھے۔"

ان آیاتِ ربانی سے معلوم ہوا کہ نبی اکرم ﷺ کی بنیادی حیثیت داعی کی ہے۔ آپ ﷺ کا اصل مشن یہ تھا کہ اللہ کی ہدایت لوگوں تک پہنچا دیں، انہیں اللہ کی کتاب اور حکمت و دانش کی تعلیم دیں اور انہیں دعوت دیں کہ وہ دین کو اپنی پوری زندگی پر غالب کر دیں، پھر جو لوگ اس دعوت پر لبّیک کہیں، انہیں ایک تحریک اور ایک اُمّت میں منظم کریں، ان کے اخلاق کا تزکیہ کریں، ان میں کردار کے جوہر پیدا کریں اور اجتماعی جدوجہد کے ذریعے اپنی قیادت و رہنمائی میں وہ مثالی تہذیب و تمدن قائم کریں، جو اسلام قائم کرنا چاہتا ہے۔[19] اس مقصد کے لیے اللہ تعالیٰ نے تاریخ کے مختلف ادوار میں اپنے ہادی اور رسول بھیجے اور محض اس لیے کہ لوگوں پر حق پوری طرح آشکار ہو جائے، کفر و شرک اور گمراہی پر باقی رہنے کے لیے لوگوں کے پاس کوئی عذر باقی نہ رہ جائے۔ اسی طرح بعض مستثنیٰ مثالوں کے سوا، ہر قوم کے اندر، اللہ تعالیٰ نے اسی قوم کے اندر سے رسول بھیجے، تاکہ قومی

اجنبیت لوگوں کے لیے قبولِ حق میں مانع نہ ہو۔ علیٰ ہٰذا القیاس ہر قوم کے لوگوں پر اللہ کے رسولوں نے انہی کی زبان میں حق کی تبلیغ کی، تاکہ لوگوں پر حق اچھی طرح واضح ہو سکے اور زبان بھی صاف ستھری، پیچ پیچ سے بالکل پاک فہم سے قریب تر اور دل نشین استعمال کی، پھر اللہ کے ان رسولوں نے صرف یہی نہیں کیا کہ لوگوں کو ایک مرتبہ حق کی طرف پکار دیا ہو، بلکہ اپنی زندگیاں اسی مقصد میں صرف کر دیں، جن باتوں کی دوسروں کو دعوت دی، انہیں خود بھی کر کے دکھایا اور ان کے ساتھیوں نے بھی اپنی عملی زندگی میں ان کا مظاہرہ کیا۔ یہ سارا اہتمام محض اس غرض کے لیے کیا گیا کہ خلق کو خالق کی رضا حاصل کرنے اور دنیا میں زندگی بسر کرنے کے لیے جو کچھ جاننا چاہیے، اس کے بتانے میں کسی پہلو سے کوئی کسر نہ رہ جائے اور لوگ قیامت کے دن اپنی شرارتوں اور بدعملیوں کا الزام اللہ سبحانہ و تعالیٰ پر نہ ڈال سکیں۔ [20]

دعوتِ دین: دین کا بنیادی شعار، اُمّت مسلمہ کا دینی اور اجتماعی فریضہ: امام الانبیاء، سیّد المرسلین، خاتم النبیین، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثتِ عام تمام دنیا کی طرف ہے۔ اس بعثت کی ذمّے داریاں ادا کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے آپ ا کو ایک اُمّت عطا فرمائی اور اس اُمّت کو یہ حکم دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس دین کی تبلیغ اُن پر کی ہے، اس کی تبلیغ اسی طرح وہ دوسروں پر کرتے رہیں۔ ارشاد ہوا: (وَكَذَلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا) [21] "اور اسی طرح ہم نے تمہیں ایک بیچ کی اُمّت بنایا، تاکہ تم لوگوں پر گواہی دینے والے بنو اور رسول تم پر گواہی دینے والا بنے۔" ایک اور مقام پر فرمایا گیا: (وَأُوْحِيَ اِلَيَّ هذَا الْقُرْاٰنُ لِأُنْذِرَكُمْ به وَمَنْ بَلَغَ) [22] "اور میری طرف یہ قرآن وحی کیا گیا ہے کہ میں بھی اس کے ذریعے تمہیں ڈراوں اور وہ بھی جن کو یہ پہنچے۔"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثتِ عام کے مقصد کی تکمیل کے لیے ایک پوری اُمّت کو اللہ تعالیٰ نے اس لیے برپا کیا تاکہ ہر ملک، ہر قوم اور ہر زبان میں یہ دعوتِ حق قیامت تک بلند ہوتی رہے اور دنیا الگ الگ نبیوں کی بعثت اور الگ الگ زبانوں میں وحی کے اترنے کی ضرورت سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بے نیاز ہو جائے، چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اب کسی اور نبی کی بعثت ہونے والی نہیں، لہٰذا خلق کی رہنمائی اور اتمام حجت کی پوری ذمّے داری ہمیشہ کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمّت پر ڈال دی گئی، اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے دین کو صحیح حالت میں محفوظ رکھنے کے لیے دو خاص انتظام فرمائے، ایک یہ کہ قرآن مجید کو ہر قسم کی کمی بیشی اور تحریف و تبدیلی سے محفوظ فرما دیا، تاکہ دنیا کو اللہ کی ہدایت معلوم کرنے کے لیے کسی نئے نبی کی ضرورت باقی نہ رہے۔ دوسرا یہ کہ اس اُمّت کے اندر

جیسا کہ صحیح حدیثوں میں وارد ہے، ہمیشہ کے لیے ایک گروہ کو حق پر قائم کر دیا، تاکہ جو لوگ حق کے طالب ہوں، ان کے لیے ان کا علم و عمل شمع راہ کا کام دیتا رہے۔ اس طرح کی ایک جماعت اگرچہ اس کی تعداد کتنی ہی تھوڑی ہو۔ اس اُمّت میں ہمیشہ باقی رہے گی۔ فتنوں کا کتنا ہی زور ہو، لیکن دعوت و تبلیغ کی علمبردار یہ صالح جماعت آنحضرت ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کے عمل کو زندہ رکھے گی۔ دعوتِ دین اور اسلام کی تبلیغ فریضۂ رسالت ہے، جس کی وجہ سے اس اُمّت کو "خیر اُمّت" کہا گیا ہے، اگر خدانخواستہ مسلمان اس فرض منصبی کو بھلا دیں تو اس صورت میں یہ دنیا کی قوموں میں سے بس ایک قوم ہیں، نہ ان کے اندر کوئی خاص خوبی ہے، نہ کوئی خاص وجہ فضیلت اور نہ پھر اللہ تعالیٰ کو اس بات کی پرواہے کہ وہ دنیا میں عزت کے ساتھ زندگی بسر کر رہے ہیں یا ذلت کے ساتھ۔ بلکہ اس فرض کو فراموش کر دینے کے بعد وہ اسی طرح اللہ تعالیٰ کی ایک معتوب قوم بن جائیں گے، جس طرح دنیا کی دوسری قومیں جو اللہ کی طرف سے کسی منصب پر سرفراز کی گئی تھیں، اپنا فرض انجام نہ دینے کی وجہ سے معتوب ہو گئیں، چنانچہ جس آیت میں مسلمانوں کے "خیر امت" ہونے کا ذکر ہے، اسی میں ان کی ذمہ داری بھی واضح کر دی گئی ہے: (كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ)[23] "تم بہترین اُمّت ہو، لوگوں کی رہنمائی کے لیے مبعوث کیے گئے ہو معروف کا حکم دیتے ہو، منکر سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔"

اسی جماعتی فرض کو ادا کرنے کی باضابطہ صورت خود اللہ تعالیٰ کی بتائی ہوئی یہ ہے: (وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُون)[24] "چاہیے کہ تم میں ایک گروہ ایسا ہو جو نیکی کی دعوت دے، معروف کا حکم کرے اور منکر سے روکے اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔" آپ ﷺ نے اپنے پیرووں کو حکم دیا کہ وہ فریضۂ تبلیغ ادا کریں۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے: "بلّغوا عنّی ولو آیة" آگے پہنچاو، گو مجھ سے سنی ہوئی ایک آیت ہی کیوں نہ ہو۔ اسی طرح آپ ﷺ سے ایک حدیث منقول ہے جس کے الفاظ مختلف روایات میں مختلف ہیں، لیکن مفہوم ایک ہے اور یہ اتنی کثرت سے روایت کی گئی کہ بعض لوگ اسے متواتر کہتے ہیں۔ "نضّرالله امرأً سمع منّا حديثاً فبلغ كما سمعه فرُبّ مبلغ أحفظ من سامع"[25] "اللہ تعالیٰ اس شخص کو سرسبز و شاداب رکھے جس نے ہم سے کوئی بات سنی اور اسے اس طرح آگے پہنچایا جیسے سنا، چونکہ بعض اوقات وہ شخص جس تک بات پہنچتی ہے، اس سے زیادہ محفوظ رکھنے والا ہوتا ہے، جس نے پہلے سنی تھی۔" "خطبہ حجۃ الوداع" پر خصوصیت سے اور بعض دوسرے مواقع پر عمومی طور پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "فليبلّغ الشاهدِ الغائب"[26] جو حاضر ہے، وہ اس شخص تک میرا پیغام پہنچادے، جو اس وقت غیر حاضر ہے۔

مندرجہ بالا نصوص سے یہ واضح ہوتا ہے کہ دعوت و تبلیغ اُمّتِ مسلمہ کا فریضہ ہے، جو پیغام رسالت اس تک پہنچا ہے، اسے آگے پہنچانا اس کے فرائض میں سے ہے۔ رسالت کی جانشینی کا یہ بنیادی تقاضا ہے کہ اُمّت اسی طرح دین کی تبلیغ کرتی رہے، جس طرح رسولِ اکرم ﷺ اپنے وقت میں فرماتے تھے، آپ ﷺ کی حیاتِ طیّبہ کا اُسوہ ہمارے سامنے ہے۔[27]

ہر دور میں اس طرح کی جماعت کو باقی رکھنے سے اللہ تعالیٰ کا منشا یہ ہے کہ جس طرح علم وحی کو قرآن کی صورت میں قیامت تک محفوظ کر دیا گیا، اسی طرح اللہ کے رسول ﷺ اور رسول ﷺ کے صحابہ کے علم و عمل کو اس جماعت کے ذریعے ہمیشہ کے لیے محفوظ کر دیا جائے اور خلق کی ہدایت اور رسول اکی حجت تمام کرنے کے لیے جو روشنی مطلوب ہے، وہ کبھی گُل ہونے نہ پائے۔ حضرت مسیح علیہ السّلام کے الفاظ میں "یہ لوگ پہاڑی کے چراغ ہوں گے، جن سے راہ ڈھونڈنے والے رہنمائی حاصل کریں گے اور زمین کے نمک ہوں گے، جن سے کوئی چیز نمکین کی جاسکے گی۔"[28] اس تفصیل سے یہ بات معلوم ہوئی کہ شہادت علیٰ الناس یا دعوتِ دین محض بطور ایک نیکی اور دین داری کے کام کے مطلوب نہیں ہے اور نہ محض مسلمانوں کی تعداد بڑھانے کے لیے مطلوب ہے، بلکہ آنحضرت ﷺ کی بعثتِ عام کا جو مقصد اس اُمّت کے ہاتھوں پورا ہونا ہے، یہ اس کا مطالبہ ہے، جو اللہ کے ہر اس بندے کو ادا کرنا ہے، جو آنحضرت ﷺ کی اُمّت میں داخل ہے۔ یہ ایک فریضۂ رسالت ہے، جو آنحضرت ﷺ کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس اُمّت پر ڈالا ہے۔ ان کے علاوہ قرآن کریم اور احادیث نبویہ ﷺ میں بے شمار مقامات پر اس فرض کی اہمیت ظاہر کی گئی، مزید یہ کہ اسلام نے اپنے ہر پیرو پر خیر کی دعوت، امر بالمعروف، نہی عن المنکر اور تواصی بالحق یعنی باہم ایک دوسرے کو سچائی کی نصیحت کرنا، ضروری قرار دیا ہے اور مسلمانوں کا یہ فرض بتایا ہے کہ وہ اپنے ساتھ دوسروں کو بھی تاریکی سے نکالنے کی جدوجہد کریں۔ دعوتِ دین کا اصل محرک درحقیقت اس فرض عظیم کا احساس ہے، جو مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے عائد کیا گیا ہے۔ جب تک یہ چیز دنیا میں موجود نہیں ہے ہر مسلمان کا سب سے مقدم اور سب سے بڑا اور سب سے اعلیٰ مقصد یہی ہے کہ اسے وجود میں لانے کے لیے جو کچھ کر سکتا ہے، کرے۔ اسی کے لیے ہر مسلمان کو سونا اور جاگنا چاہیے، اسی کے لیے مرنا اور جینا ہے۔ اس کے بغیر مسلمانوں کی زندگی اللہ کے منشا کے بالکل خلاف ہے اور اللہ تعالیٰ کے یہاں وہ اپنی اس کوتاہی کے لیے کوئی عذر نہ کر سکیں گے۔ یہ چیز ان کی ہستی کی غایت ہے، اگر اسے انہوں نے کھو دیا تو جس طرح وہ تمام چیزیں جو اپنے مقصد وجو بے وقعت ہو جاتی ہیں، اسی طرح یہ بھی اس زمین کے خس و خاشاک سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتے اور ان کے لیے ہرگز زیبا

نہیں ہے کہ وہ اپنے آپ کو "اُمّتِ وسط" یا "خیر اُمّت" کے لقب کا مستحق سمجھیں یا اللہ تعالیٰ سے کسی نصرت و حمایت کی امید رکھیں۔

دعوتِ دین کی کامیابی کے لیے چند بنیادی شرائط : دعوتِ دین کی کامیابی کے لیے سب سے پہلی شرط یہ ہے کہ داعی اور مبلّغ کو اپنے مشن سے ایسی لگن اور ایسا عشق ہو کہ وہ اسے اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھے اور اس کے لیے ہر متاعِ عزیز کی قربانی کو اپنی سب سے بڑی سعادت سمجھے۔ یہ دُھن، یہ ایمان اور یہ اذعان و ایقان نہ ہو تو مبلّغ کے لیے تبلیغی کامیابی تو الگ رہی، وہ اس راہ میں قدم بھی نہ رکھے گا۔ 2۔ دوسری شرط ہے استقامت۔ یعنی ارادہ و عزم میں کسی وقت بھی تزلزل نہ آئے، اگر اندر سے یقین کی گرفت ذرا ڈھیلی ہو تو وہ دُھن اور وہ لگن ہی کمزور ہو جاتی ہے جو تبلیغی سرگرمی کی جان ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم (فَاسْتَقِمْ كَمَا أُمِرْتَ) کا حکم دیتا ہے، یعنی اے رسول ﷺ! حکمِ الٰہی کے مطابق جمے رہو۔ 3۔ تیسری شرط ہے، بے غرضی و بے لوثی۔ اس کے بغیر بھی تبلیغ کامیاب نہیں ہو سکتی۔ خود غرض انسان کے پیچھے کوئی نہیں چلتا، یہی وجہ ہے کہ ہر پیغمبر نے اس کی وضاحت کر دی: (لَا اَسْئَلُكُمْ عَلَيه مَالًا اِنْ اَجْرِىَ اِلَّا عَلَي الله)[29] میں تم سے اپنی تبلیغ کے عوض کسی قسم کا (کوئی مال) اجر نہیں چاہتا، میرا معاوضہ تو بس اللہ کے ذمّے ہے۔ 4۔ چوتھی شرط ہے حسنِ افہام یعنی داعی و مبلّغ اپنا پیغام اتنی صفائی، خوبصورتی اور وضاحت سے پیش کرے کہ سننے والا متاثر ہوئے بغیر نہ رہے۔ گفتگو اتنی مختصر بھی نہ ہو کہ مضمون تشنہ رہ جائے اور اتنی طویل بھی نہ ہو کہ سامع اکتا جائے۔ انداز مناسب اور مؤثر ہو، دلائل ناقابلِ تردید ہوں۔ مخاطب کی ذہنی سطح کے عین مطابق ہوں وغیرہ وغیرہ۔ اسی کو قرآن کہتا ہے: (وَقُلْ لَّهُمْ فِىْ اَنْفُسهِمْ قَوْلًا بَلِيْغًا)[30] "ایسی بات کہو جو ان کے دل میں اتر جائے۔ "5۔ پانچویں شرط ہے انسانی خیر خواہی۔ اگر زندگی کے ہر ہر مرحلے پر مبلّغ عملاً یہ ثابت نہیں کرتا کہ وہ بنی نوع انسان کا بہی خواہ اور خیر طلب ہے تو اس کے متعلق کیسے یقین آئے گا کہ یہ بھی ہمارے ہی دینی و دنیوی فائدے کے لیے ہے؟ خیر خواہی تبلیغ کے لیے ایسی ضروری شرط ہے کہ پیغمبروں نے تبلیغ کے ساتھ اس کا بھی ذکر کیا ہے۔ مثلاً حضرت ہود فرماتے ہیں: (أُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّىْ وَاَنْصَحُ لَكُمْ وَ اَعْلَمُ مِنَ الله مَالَا تَعْلَمُوْنَ)[31] تمہیں اپنے پروردگار کا پیغام پہنچاتا ہوں اور تمہاری خیر خواہی کرتا ہوں اور مجھے اللہ کی طرف سے ایسی باتیں معلوم ہیں، جن سے تم بے خبر ہو۔ یہی مضمون حضرت نوح، حضرت صالح اور حضرت شعیب کی زبان سے بھی قرآن میں ادا ہوا ہے۔ 6۔ چھٹی شرط ہے خود مبلّغ کا سراپا نمونۂ عمل بننا۔ یہ ایسی ضروری شرط ہے کہ اس کے بغیر کسی کامیاب تبلیغ کا تصوّر بھی مشکل ہے، کون ایسے شخص کی بات مان سکتا ہے، جس کا عمل اس کے قول کے مطابق نہ ہو؟ مبلّغ کے لیے

صرف اسی قدر کافی نہیں کہ اس کی زندگی اس کے پیغام کے مطابق ہو، بلکہ اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ جتنا بھی دوسروں سے چاہتا ہے، اس سے بے شمار گنا زیادہ خود کر کے دکھائے، اگر وہ دوسروں سے مال کا چالیسواں حصّہ طلب کرتا ہے تو خود اپنی ساری پونجی پیش کر دے، اگر دوسروں کے ترکے کو قانون و وراثت سے رفتہ رفتہ ختم کرنا چاہے تو اپنے ترکے میں ایک درہم بھی نہ چھوڑے، بلکہ اس کے پاس جو کچھ ہو، وہ سب کا سب قوم کی ملکیت ہو۔ غرض اس کی زندگی ایک اعلیٰ نمونۂ عمل ہو جیسے قرآن کہتا ہے: (لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ)[32] تمہارے لیے رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں بہترین نمونہ موجود ہے۔

7۔ ایک ساتویں ضروری شرط جسے ان تمام شرائط کا مجموعہ کہنا چاہیے، یہ ہے کہ مبلّغ کا اخلاقی کردار اتنا بلند ہو کہ بڑے سے بڑے مخالف اور دشمن کو کسی جہت سے بھی اس پر نکتہ چینی کا موقع نہ مل سکے۔ قرآن کریم اسی حقیقت کو یوں بیان فرماتا ہے: (وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ)[33] "اور آپ ﷺ بہت اعلیٰ کردار پر قائم ہیں۔"

یہ وہ چند شرائط ہیں جو ایک مبلّغ کے لیے ضروری ہیں اور جن کے بغیر بلند سے بلند افکار کی تبلیغ بھی کامیابی سے ہم آغوش نہیں ہوتی، پھر اگر پیغام ایسا انوکھا ہو، جو سننے والی قوم کے افکار، عادات اور روایات سب کے خلاف ہو اور ہر متاعِ عزیز کی قربانی چاہتا ہو، تو کون ایسے مبلّغ کی بات قبول کرنے پر آمادہ ہو سکتا ہے، جب تک اس میں یہ تمام شرائط تبلیغ بہ تمام و کمال نہ پائی جائیں۔[34]

عصرِ حاضر میں دعوتِ دین کی حکمتِ عملی اور اس کے اسالیب و مناہج

حکمت و بصیرت: دعوتِ دین کا ایک مؤثر اور بنیادی اصول : ہادیِ عالم، پیغمبرِ آخر اعظم، حضرت محمد ﷺ اس اعتبار سے منفرد حیثیت کے حامل ہیں کہ آپ ﷺ نے دعوت و تبلیغ کے تمام عملی مراحل کا نمونہ بھی دیا اور تبلیغی عمل کے لیے بہترین اصول دیے۔ تمام تبلیغی و دعوتی کارکنوں کے لیے یہ اصول بہترین رہنمائی کا کام دیتے رہیں گے۔ قرآن پاک نے اختصار و جامعیت کے ساتھ یہ اصول بیان فرمائے ہیں۔ ارشاد ربانی ہے: (اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ)[35] "اے پیغمبر ﷺ! لوگوں کو دانش اور نیک نصیحت سے اپنے پروردگار کے رستے کی طرف بلاؤ اور بہت ہی اچھے طریقے سے ان سے مناظرہ کرو جو اس کے رستے سے بھٹک گیا، تمہارا پروردگار اسے بھی خوب جانتا ہے اور جو رستے پر چلنے والے ہیں، ان سے بھی خوب واقف ہے۔" علامہ سیّد ابوالحسن علی ندوی اس آیت کے ذیل میں لکھتے ہیں: "اس آیتِ کریمہ میں "حکمت" کا لفظ بہت ہی بلیغ اور بڑی وسعتوں کا حامل ہے۔ دوسری زبان میں اس کا ترجمہ آسان نہیں ہے، اسی طرح "موعظت"

بھی وسیع معانی پر حاوی لفظ ہے،"حسنہ" کا لفظ بھی لا محدود معانی پر مشتمل ہے، قرآن نے اس آیت میں آزادی بھی دی ہے اور حد بندی بھی کی ہے، ایجاز واختصار بھی ہے اور بیان وشرح بھی"۔[36]

دعوتِ دین کے لیے داعی اور مبلّغ کا خلوص اور دل سوزی : دوسری اہم بات داعی ومبلّغ کی دل سوزی وخیر خواہی ہے، دعوت ایک ایسا عمل ہے جس کے نتیجے میں قلبی ماہیت تبدیل ہو جاتی ہے۔ جب تک مخاطب کو داعی کی بے لوثی اور خلوص کا یقین نہ ہو اس وقت تک وہ اپنی نظریاتی وابستگی اور عملی زندگی کو دعوت کے تقاضوں کے مطابق کرنے کے لئے قطعا تیار نہیں ہو سکتا، اور نہ ہی دعوت کا عمل موثر اور مفید ہو سکتا ہے۔ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے دعوتی انداز وفکر میں یہ بات بڑی صراحت کے ساتھ ملتی ہے، تمام انبیاء کرام علیہم السلام نے اپنی امتوں کو دعوتِ دین کی تلقین کے ساتھ ہی اس بات کی وضاحت فرمائی تھی کہ اس دعوت سے ہمیں کوئی ذاتی مفاد اور دنیوی غرض وابستہ نہیں ہے۔ قرآن کریم نے مختلف انبیاء کرام علیہم السلام کے حوالے سے یہ الفاظ ذکر فرمائے ہیں: (وَمَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيه مِنْ اَجْرٍ)[37] میں اس کام کا تم سے صلہ نہیں مانگتا۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضور اکرم ﷺ سے عرض کیا کہ یومِ اُحد سے بھی زیادہ سخت دن آپ ﷺ پر آیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے تمہاری قوم سے جو تکلیفیں اٹھائی ہیں، وہ اٹھائی ہیں اور سب سے زیادہ تکلیف جو میں نے اٹھائی ہے، وہ عقبہ کے دن تھی، جب میں نے اپنے آپ کو ابن عبد یالیل بن عبد کلال کے سامنے پیش کیا تو اس نے میری تمنا کو پورا نہیں کیا، پھر میں رنجیدہ ہو کر سیدھا چلا، ابھی میں ہوش میں نہ آیا تھا کہ قرن الثعالب میں پہنچا، میں نے اپنا سر اٹھایا تو بادل کے ایک ٹکڑے کو اپنے اوپر سایہ فگن پایا، میں نے دیکھا تو اس میں جبریل تھے، انہوں نے مجھے آواز دی اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے، آپ کی قوم کی گفتگو اور ان کا جواب سن لیا، اب اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کے فرشتے کو آپ ﷺ کے پاس بھیجا ہے، تاکہ آپ ﷺ ایسے کافروں کے بارے میں جو چاہیں، حکم دیں، پھر مجھے پہاڑوں کے فرشتے نے آواز دی اور سلام کیا، پھر کہا اے محمد ﷺ! یہ سب کچھ آپ ﷺ کی مرضی ہے، اگر آپ ﷺ چاہیں تو میں اخشبین نامی دو پہاڑوں کو ان کافروں پر لا کر رکھ دوں، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، نہیں بلکہ مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کافروں کی نسل سے ایسے لوگ پیدا کرے گا جو صرف اسی کی عبادت کریں گے اور اس کے ساتھ بالکل شرک نہیں کریں گے۔[38]

دعوتِ دین کے لیے پُرسوز اسلوبِ بیان : قرآنِ کریم نے مبلغ وداعی کے لیے جو اصول وقواعد بتائے ہیں اور داعی اسلام خاتم الرسل ﷺ نے اپنی عملی زندگی سے ان اصولوں کی جس حقانیت کا ثبوت فراہم کیا ہے اور وہ اظہر من الشمس ہے۔ ان اصولوں

میں ایک اہم اصول داعی کی زبان اور اس کا اسلوبِ بیان ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے ایک مبلغ و داعی کی حیثیت سے گفتگو کا بے نظیر اسوہ چھوڑا ہے۔ آپ اکی داعیانہ زبان اور مبلغانہ کلام کا تجزیہ کرنے سے ظاہر ہوتا ہے: هو المسك ما كررته يتضوّع. اس کی حیثیت کستوری کی سی ہے جتنا ملو گے، اتنی زیادہ خوشبو پھیلے گی۔ اس طرز کلام میں وحدت مقصود توضیح و تشریح، پر جوش استدلال، نرم روی اور مخاطب کی نفسیات کا لحاظ تک تمام خصائص شامل تھے۔ مثلاً آپ ﷺ کے تمام خطبات اور جملہ مباحث ایک ہی مقصد کا پتہ دیتے ہیں، ان میں کوئی تضاد و تناقض نہیں۔ وہی اطاعتِ خداوندی اور وہی خدمت انسانی ہر جگہ کارفرما نظر آتی ہے۔[39]

کلام کا نرم انداز مخاطب میں سننے کی صلاحیت کو مستحکم کرتا ہے اور اسے ضد وعناد کا شکار نہیں ہونے دیتا۔ اسی لیے قرآن پاک میں وضاحت سے آیا ہے کہ مخالف کو تحقیر و استخفاف کے انداز سے مخاطب نہ کیا جائے۔ قرآن کریم میں ارشاد ربانی ہے: (وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللہ فَيَسُبُّوا اللہ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ)[40] اور جن کو وہ اللہ کے سوا پکارتے ہیں، انہیں گالی نہ دو کہ وہ تجاوز کرکے بے جانے بوجھے اللہ کو گالی دے بیٹھیں۔ داعی کو مناظرانہ انداز کلام سے ہمیشہ بچتے رہنا چاہیے۔ یہاں تک کہ اگر مخاطب کے متعلق اندازہ ہو جائے کہ وہ مناظرہ پر اتر آیا ہے تو داعی حق کو کنارہ کشی اختیار کرنی چاہیے، کیوں کہ مناظرہ بازی سے کسی کو قائل نہیں کیا جاسکتا۔ مخاطب کی نفسیات کو ملحوظ رکھے بغیر درست ابلاغ، معانی کے انتخاب میں طویل و اختصار کلام، انداز بیان اور لب و لہجے کے خاص معیار کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔[41]

تحمل کا مظاہرہ کرنا اور نرمی سے پیش آنا: ضرورت اس امر کی ہے کہ داعی نرمی اور خیر خواہی سے باتیں کرے، سختی اور شدت کا طریقہ دوسرے کے دل میں نفرت اور عداوت کے جذبات اس کے قبولِ حق کی استعداد اس سے سلب کر لینے اور سننے والے میں اپنی غلطی پر ضد اور ہٹ دھرمی پیدا کر دیتے ہیں، جس سے دعوت کا فائدہ اور نصیحت کا اثر باطل ہو جاتا ہے، اسی لیے قرآن پاک نے پیغمبروں کو مخالف سے مخالف دشمن سے بھی نرمی سے بات کرنے کی تاکید کی ہے، جب حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت ہارون علیہ السلام کو فرعون کی طرف پیغام ربانی لے کر جانے کی ہدایت ہوتی ہے تو ساتھ ساتھ یہ ارشاد بھی ہوتا ہے: (فَقُوْلَا له قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلّه يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى)[42] تم دونوں فرعون کے پاس جاو، اس نے سرکشی کی ہے تو اس سے نرم گفتگو کرنا، شاید وہ نصیحت قبول کرے یا (خدا سے) ڈرے۔ **" نرمی" کا مفہوم:** کسی کے ساتھ بہتر اور اچھا برتاؤ کرنا، نرمی اور ملائمت، دھیما پن، مہربانی، رحم دلی، لطافت، آسانی، بردباری اور برداشت یہ نرمی کے مفہوم میں شامل ہیں۔[43] امام ابن اثیر الجزری فرماتے

ہیں:"والرّفق لین الجانب و هو خلاف العنف"[44]رفق نرم روی کو کہتے ہیں اور وہ سختی کے برعکس ہے۔ ڈاکٹر عبد الکریم زیدان نے اپنی معروف کتاب "اصول الدعوۃ" میں باضابطہ طور پر داعی کے لیے گفتگو کے اصول و آداب مفصل طور پر بیان کیے ہیں، جس میں واضح کیا گیا ہے کہ دعوتِ دین کے لیے باوقار اسلوب میں گفتگو کے آداب کی رعایت اور اس کے بنیادی اصولوں سے واقفیت دعوتِ دین کا بنیادی اسلوب اور اس کی لازمی شرط ہے، جسے ہر داعی کے لیے پیشِ نظر رکھنا ضروری ہے۔[45]

مخاطب کی نفسیات کو پیشِ نظر رکھنا : دعوتِ دین کے لیے ایک اہم بات جسے داعی اور مبلّغ کو ہمیشہ پیش نظر رکھنا چاہیے، وہ مخاطب کی استعداد اور نفسی کیفیات ہیں۔ مثلاً عام مخاطب کی ذہنی استعداد کو ملحوظ نہ رکھتے ہوئے منطقی استدلال اور فلسفیانہ بحثیں شروع کر دی جائیں یا کسی دانشور سے گفتگو کرتے ہوئے بے رنگ اور بے ڈھب اندازِ گفتگو اختیار نہ کیا جائے، بلکہ لوگوں سے ان کی ذہنی استعداد کے مطابق بات کی جائے۔[46]مولانا سیّد ابو الحسن علی ندوی لکھتے ہیں:"دعوت کے کام میں "حاضر کلامی" اور "حاضر دماغی" دونوں کی ضرورت ہے، مزید یہ کہ دعوت و تبلیغ کے مقدس عمل سے وابستہ افراد کو انسانی نفسیات سے گہری وابستگی اور مکمل واقفیت ضروری ہے، اسے جو اسلوب اختیار کرنا چاہیے اور جس انداز میں دعوتِ دین دینی چاہیے، اس کی حدود و ضوابط، قوانین اور مرکزی خطوط متعین ہیں، جن پر عمل پیرا ہونا اور ان سے پورے طور پر واقف ہونا انتہائی ضروری ہے۔"[47]

دعوتِ دین کے موقع پر غیر سنجیدہ امور اور خلافِ وقار طریقوں سے اجتناب : داعی حق کو اپنی عوت کی طرف لوگوں کو مائل کرنے کے لیے ان تمام طریقوں سے بچنا چاہیے جس سے دعوت کی شان یا خود داعی کے وقار کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو، اپنے کام میں غیر معمولی انہماک اور لوگوں کو حق کی طرف کھینچنے کی زیادہ سے زیادہ خواہش ایک داعی کی بہترین خصوصیت ہے، لیکن اس انہماک اور اس خواہش کو اتنا نہیں بڑھ جانا چاہیے کہ نہ داعی کو اپنے نفس کے حقوق کا کچھ ہوش باقی رہ جائے، نہ اپنے ساتھیوں اور دوستوں کا کچھ خیال باقی رہے اور نہ اپنی دعوت کے مرتبہ و مقام کی کچھ پرواہ رہ جائے، جو سننا نہیں چاہتے، انہیں سنانے کے درپے ہونا، بھاگنے والوں کے پیچھے پڑنا اور گھمنڈ کرنے والوں کی تواضع کرنا بس وہیں تک جائز ہے کہ داعی کی خودداری اور دعوت کی عظمت کو کوئی نقصان نہ پہنچے اور نہ دعوت کے کام میں کوئی پہلو ابتذال اور اوچھے پن کا پیدا ہونے پائے، اگر معاملہ اس حد سے آگے بڑھتا نظر آئے تو جس حق کی محبت داعی کو ان تمام نیاز مندیوں پر مجبور کر رہی ہے، اسی حق کے احترام کا تقاضا ہے کہ وہ پوری خودداری کے ساتھ ایسے لوگوں سے الگ ہو جائے اور صرف ان لوگوں کو اپنی توجہ کا مرکز بنائے جن میں حق کی طلب اور علم کی پیاس موجود ہو۔[48]

خلاصہ بحث امام الانبیاء حضرت محمد مصطفی ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے خاتم الانبیاء بنا کر دنیا میں مبعوث فرمایا، آپ ﷺ کی ذاتِ گرامی پر دینِ مبین کی تکمیل کر دی گئی۔ اب رسالت و نبوّت کا دروازہ ہمیشہ کے لیے بند ہو گیا، آپ ﷺ کی شریعت اور آپ ﷺ کا لایا ہوا دین کامل و مکمل، ابدی ضابطۂ حیات اور رُشد و ہدایت کا مثالی سرچشمہ ہے۔ رسالت مآب حضرت محمد مصطفی ﷺ کی ذاتِ گرامی اہلِ ایمان کے لیے سرچشمۂ ہدایت بھی ہے اور مرکزِ عشق و محبت بھی۔ اسلام کا تہذیبی نظام آپ ﷺ کے اسوۂ حسنہ پر قائم اور عمل کی دنیا آپ ﷺ کے قول و عمل اور تعلیماتِ نبوی ﷺ پر استوار ہے۔

اُمّتِ محمدیہ ﷺ کی معراج خیال بھی آپ ﷺ کا پیغام ہے اور میزانِ عمل بھی آپ ﷺ کی سنّت و شریعت ہے، اللہ ربُّ العالمین نے رحمۃ للعالمین حضرت محمد ﷺ کو آخری رسول، فائنل رول ماڈل اور آپ ﷺ کی حیاتِ طیّبہ کو کامل اسوۂ حسنہ بنا کر بھیجا ہے۔ یہ بھی ایک ناقابلِ تردید حقیقت ہے کہ قدرت نے دنیا کی قوموں میں بقائے دوام کے لیے صرف اُمّتِ مسلمہ کا انتخاب کیا ہے اور تنہا انہیں انسانیت کی قیادت اور ہدایت کے لیے منتخب کیا ہے۔ یہ اس دین کے داعی اور پیغام کے مبلّغ ہیں، جو ہر دور کے تقاضوں کو پورا کرتا اور ہر عہد کے مسائل اور چیلنجز کا کامل و مکمل حل پیش کرتا ہے۔ "دعوت و تبلیغ" اُمّتِ مسلمہ کے ہر فرد کی ذمّے داری ہے، یہ اُمّتِ محمدیہ ﷺ کا وہ دینی اور اجتماعی فریضہ ہے، جسے ہر دور، انسانیت کے ہر طبقے اور خطۂ ارض کے ہر باسی تک پہنچانا اور پوری حکمت و بصیرت کے ساتھ پہنچانا ایک دینی فریضہ ہے۔ تاہم اس کے لیے دعوت و تبلیغ کے بنیادی اسلوب، اس کے طریقۂ کار اور حکمتِ عملی کو پیشِ نظر رکھنا اور اس پر عمل پیرا ہونا ضروری ہے۔ دعوتِ دین کی وہی حکمت عملی اور وہی اسلوب ہے، جسے اپنا کر اور جس پر عمل پیرا ہو کر رسالت مآب ﷺ نے دنیا کو توحید کے نور سے منور کیا، آپ ﷺ نے دین کی اشاعت اور دعوت و تبلیغ میں وہ بے مثال کردار ادا کیا، جس کی مثال نبوت و رسالت کی پوری تاریخ میں نہیں ملتی۔ دعوتِ دین کی مؤثر حکمتِ عملی کے حوالے سے بنیادی بات یہ جان لی جائے کہ اس عزم اور یقین کے ساتھ دعوت و تبلیغ کی جائے کہ ہر انسان بدل سکتا ہے، ہر بدکار نیکوکار بن سکتا ہے، ہر کافر مسلمان ہو سکتا ہے، ہر مخالف ساتھ آ سکتا ہے، انسان کی زندگی کی کنجی اس کا دل ہے۔ دل کے قفل کھل جائیں گے تو اصلاح اور رُشد و ہدایت کے راستے کُھل جائیں گے، دل دیکھنے لگے تو آنکھیں دیکھنے لگیں گی، دل کا مرض شفایاب ہو گا تو اخلاق و اعمال اور معاشرے صحت مند ہو جائیں گے، اصل فاتح عالم محبت ہے، دل کی نرمی ہے، گفتگو کا سلیقہ اور اس کی شیرینی ہے، اخلاق و کردار کا حسن و جمال ہے، عفو و درگزر ہے، غصہ، حسد اور کینہ سے پاک دل ہے، انسانوں کو ساتھ لینے اور ساتھ رکھنے کے لیے دعوت و تبلیغ کے اسلوب اور اس کی حکمت عملی پر کاربند رہنا ضروری ہے، دین یُسر ہے، آسان

دین کو مشکل اور تنگ نہ بنانا، طبیعتوں کو دین کی طرف مائل کرنا، متنفر نہ کرنا، ضعیف اور ناتواں انسان کے اوپر بوجھ ہلکے کرنا، اس پر استطاعت سے زیادہ بوجھ نہ ڈالنا، مطالباتِ دین پیش کرنے میں تدریج اختیار کرنا، غلو، تشدد اور تعمق سے اجتناب کرنا، دعوت و تبلیغ کی اصل رُوح، اس کی بنیادی حکمتِ عملی اور لازمی تقاضے ہیں، جنہیں پیش نظر رکھنا ہر داعی اور مبلّغ کے لیے ضروری ہے، تاہم اس کے لیے شک اور تردد کو چھوڑ کر یقین کی راہ اپنانی ہو گی، اس اُمید کے ساتھ کہ دعوت و تبلیغ کے روشن اثرات ظاہر ہوں گے، دنیا توحید کے نور سے منوّر ہو گی، انسانیت دینِ مبین اور رُشد و ہدایت کی راہ پر گامزن ہو گی۔

حواشی و حوالہ جات

[1] الاعراف:158

[2] الفرقان:2

[3] احمد بن حنبل، المسند، قاہرہ، دارالمعارف، 1936ء، 4/416۔

[4] ایضاً 12/25۔

[5] بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، بیروت، دارالفکر، 1981ء، کتاب الوضوء، 1/86

[6] مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی، بذل القوۃ فی حوادث سنی النبوۃ، سندھی ادبی بورڈ حیدر آباد، ص278۔

[7] خطبہ حجۃ الوداع کے متن اور دیگر تفصیلات کے لیے دیکھیے: بخاری صحیح بخاری، طبع دہلی، 2/341۔ ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ، مطبوعہ نور محمد، اصح المطابع کراچی، ص194۔ ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، الطبعۃ الخیریۃ مصر، القاهرۃ، ص2011۔ ابن قیم الجوزی، زاد المعاد فی ھدی خیر العباد، مطبعۃ الزھریۃ، مصر، القاهرۃ 1366ھ۔ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی، بذل القوۃ فی حوادث سنی النبوۃ، سندھی ادبی بورڈ حیدر آباد سندھ، ص278۔ شبلی نعمانی، سیرت النبی ﷺ، مکتبہ مدنیہ، لاہور 1408ھ، 2/94، 93۔

[8] بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب الحج باب الخطبۃ ایام منیٰ، جزء من رقم الحدیث، 1739، 3/573۔

[9] ابن منظور الافریقی، لسان العرب مطبوعہ بیروت، 1956ء، 8/419

[10] ایضاً لسان العرب، 5/202۔

[11] ایضاً 14/258۔

[12] نعمانی، محمد عبد الرشید، مولانا، لغات القرآن، کراچی، دارالاشاعت، 1/108۔

[13] خالد علوی، ڈاکٹر، رسول اکرم ﷺ کا منہاجِ دعوت، اسلام آباد، دعوۃ اکیڈمی، 2001ء، ص5

[14] صف:9۔

[15] سبا:28۔

[16] الاعراف:158۔

[17] ص87۔88۔

[18] الجمعہ:2۔

[19] خورشید احمد، پروفیسر، نبی اکرم ﷺ بحیثیت داعی الی الحق، مطبوعہ نقوش رسول ﷺ نمبر، جلد سوم، 1993، ص397۔

[20] اصلاحی، امین احسن، دعوتِ دین اور اس کا طریق کار، لاہور، فاران فاونڈیشن، 2008ء، ص39،40۔

[21] البقرہ:143۔

[22] الانعام:19۔

[23] آل عمران:110۔

[24] آل عمران:104۔

[25] ابن ماجہ، ابوعبداللہ محمد بن یزید القزوینی، سنن ابن ماجہ، عیسیٰ البابی الحلبی، مصر، 1953ء، دارالعلوم، ریاض، مقدمہ، باب من بلغ علماً، 35۔

[26] بخاری، کتاب الحج، باب الخطبۃ ایام منی، 285، مسلم، کتاب القیامہ، باب تغلیظ تحریم الدماء، 743۔

[27] خالد علوی، ڈاکٹر، اسلام کا معاشرتی نظام، ص338۔

[28] حوالہ سابقہ، ص33،34۔ نیز دیکھئے: صدرالدین اصلاحی، مولانا، فریضہ اقامت دین، لاہور، اسلامک پبلی کیشنز، 1974ء، ص11

[29] ہود:29

[30] النساء:63

[31] الاعراف:62

[32] الاحزاب:21

[33] القلم:4

[34] نقوش رسول ﷺ نمبر، لاہور، ادارہ فروغ اردو، جلد سوم، شمارہ130، جنوری1993ء، ص415

[35] النحل:125۔

[36] ابوالحسن علی ندوی، مولانا، تبلیغ و دعوت کا معجزانہ اسلوب، کراچی، مجلس نشریاتِ اسلام، ص23۔

[37] ہود:51۔

[38] بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب بدء الخلق: 1/458۔

[39] خالد علوی، ڈاکٹر، رسول اکرم ﷺ کا منہاج دعوت، ص44۔

[40] الانعام: 108۔

[41] خالد علوی، ڈاکٹر، رسول اکرم ﷺ کا منہاج دعوت، ص51، 52۔

[42] طٰہٰ: 44۔

[43] فیروز الدین، مولوی، فیروز اللغات، لاہور، فیروز سنز، ص356۔

[44] ابن الاثیر، النھایۃ فی غریب الحدیث، ابن الاثیر، مادہ (رف ق)، 2/246۔

[45] زیدان، عبد الکریم، ڈاکٹر، اصولِ دعوت، لاہور، البدر پبلی کیشنز، 2010ء، ص724، 725۔ نیز دیکھیے: یوسف القرضاوی، ڈاکٹر، الصحوۃ الاسلامیہ بین التطرف والجحود، 229۔

[46] خالد علوی، ڈاکٹر، رسول اکرم ﷺ کا منہاجِ دعوت، ص17۔

[47] ابو الحسن علی ندوی، مولانا، تبلیغ و دعوت کا معجزانہ اسلوب، ص12۔

[48] اصلاحی، امین احسن، دعوت دین اور اس کا طریق کار، لاہور، ص86۔

REFRENCES

1. Al-Quran
2. Abdul Karim Zaidan, Usool e Dawat, Al-Badar publications, Lahore, 2010.
3. Abul Hasan Ali Nadvi, Tabligh e Dawat ka mujizana Usloob, Majlis nashriyat e Islam, Karachi.
4. Ahmad bin Hanbal, Al-Musnad, Dar al-Maarif, Egypt, 1936.
5. Bukhari, Muhammad bin Ismail, AL-Jami al-Sahih, Dar al-Fikar, Bairut, 1981.
6. Fairuz al-deen, Fairuz al-Lughat, Fairuz sons, Lahore,
7. Ibn al-Aseer, Al-Nihayat fi Gharib al-Asar.
8. Ibn e Hajar, al-Asqalani, Fath al-Bari, al-tabat ul-Khairiyah, Egypt.
9. Ibn e Manzoor Afriqi, Lisan al-Arab, Dar al-Marifah, Bairut, 1956.
10. Ibn e Maja, Sunan ibn e Maja, Asah al-Matabi, Karchi.
11. Ibn e Qayyam, Zad al-Maad, Matba al-Zahriyah, Egypt, 2011.
12. Islahi Amin Ahsan, Dawat e din aur us ka tareeq e kar, Faran foundation, Lahore, 2008.
13. Khalid Alvi, Rasool e Akram (S.A.W.W.S) ka Minhaj e Dawat, Dawah academy, Islamabad, 2001.
14. Khurshid Ahmad, Nabi Akram (S.A.W.W.S) bahaisiyat e dai il al haq, Nuqoosh e Seerat number, Lahore.
15. Numani, Abdur Rashid, Lughat al-Quran, Dar al-Ishaat, Karachi.
16. Nuqoosh e Rasool Number, Idara Farogh e Urdu, Lahore, 1993.
17. Shibli Numani, Seerat al-Nabi, Maktaba Madniyah, Lahore, 1408.
18. Sadr al-Deen, Islahi, Farida e iqamat e deen, Islamic publications Lahore, 1974.
19. Thathvi, Muhammad Hashim, Bazl al-Quwat, Hyderabad, Sindhi board.

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License